مولانا محمد جوناگڑھی اور حافظ عبدالسلام بھٹوی کے ترجمہ قرآن مجید کا تقابلی جائزہ

*

**

Abstract

The Noble Quran has been translated into a number of regional, national and international languages. The Urdu Quranic translators have also been translating the Quran with remarkable and unique explanatory notes over the ages. It is supposed that the Quranic verses cannot be translated into rest of languages with word by word complete translation. There are some Quranic expressions and terms like "tanveen", "alif lam", "takeed" and "hasar" which cannot be properly conveyed in Urdu language.But a novel translation of Holy Quran named "Al Quran Al Kareem" by Abdul Salam Bhutvi has been compiled with the claim that no single word/ letter/ expression is extra/ unnecessary/ unexplainable in Quran and all the words not only have proper meaning and sense but also play a vital role in cohesion and coherence of the verses.The said novel translation has been compared with another conventional Urdu translation of Muhammad Juna Garhi to throw light on this new trend of translation proclaimed by Abdul Salam Bhutvi, it has been highlighted in this article that how one of them skips some Quranic expressions in Urdu translation while the other one translates the same.

Keywords: Quranic Studies, The Urdu Quranic translators. Abdul Salam Bhutvi -Muhammad Juna Garhi -

قرآن مجید کے معنی و مفہوم کو امت کے عجمی افراد تک پہنچانے کے لیے ترجمہ قرآن کا جو مبارک کام قرونِ اولیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں کے ہاتھوں شروع ہوا تھا[1]، تقریبا 1200 سال بعد اردو زبان کو اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے کا موقع ملا۔ قرآن مجید کا پہلا با محاورہ مکمل اردو ترجمہ کرنے کی سعادت ہندوستان کے معروف عالم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بیٹے شاہ عبدالقادر دہلویؒ کو نصیب ہوئی۔ انہوں نے 1205ھ میں "موضح القرآن" کے نام سے یہ کارنامہ سرانجام دیا[2]۔ ان کا یہ ترجمہ اس میدان میں بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا۔ ان کے بعد سرزمین بر صغیر پر بسنے والے اردو دان طبقے نے خدمتِ قرآن کے اس باب میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ شاید ہی دنیا کی کسی اور زبان کو یہ شرف اس قدر حاصل ہوا ہو کہ 1205ھ سے اب تک صرف 236 سالوں میں لفظی اور با محاورہ دونوں قسم کے سینکڑوں تراجم وجود میں آچکے ہیں۔

چونکہ ترجمہ کرتے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ کے مفہوم کو ایک عجمی زبان کے قالب میں ڈھالنا ہوتا ہے اس لیے مترجم کی دونوں زبانوں پر گرفت کے ساتھ ساتھ اس کی سوچ کے زاویے، استنباطی قوت اور مسلکی ذوق بھی ترجمے کے لیے الفاظ کے انتخاب پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے مرادِ الٰہی کی تعیین میں فرق پڑ سکتا ہے۔اس حوالے سے

"منتخب اردو تراجم قرآنی میں مراد الٰہی کی تعیین: تقابلی مطالعہ "[3] کا مطالعہ سود مند ہوگا۔اس میں کچھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے کچھ مترجمین نے قرآنی الفاظ اور اسالیب کی نسبت اردو زبان کے اسلوب، روانی اور سلاست پر زیادہ توجہ دی اس لیے ان کے ترجمے میں کچھ قرآنی الفاظ اور اسالیب کا کوئی مفہوم نظر نہیں آتا اور وہ بالکل بے معنی سے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور کچھ مترجمین نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے قرآن مجید کے ہر لفظ بلکہ ہر حرف اور ہر اسلوب کو واضح کیا جائے۔ لیکن ان میں سے بھی کئی مترجمین مکمل ترجمے میں اس اہتمام پر کاربند نہیں رہ پائے۔

حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی صاحبؒ[4] نے 2007ء میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ ان کا شمار اُن مترجمین میں ہوتا ہے جنھوں نے اس دعوے کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ کیا کہ قرآن مجید کا کوئی حرف بھی ایسا نہیں ہے کہ جسے ترجمے میں ذکر کیے بغیر کلامِ الٰہی کا مقصود مکمل اور درست انداز میں واضح ہو سکے۔ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے اپنے ترجمے میں اس دعوے کو حتی المقدور ثابت بھی کیا ہے۔ انھوں نے قرآن مجید کے ہر لفظ اور ہر حرف کو اردو ترجمے میں سمونے کی کوشش کی ہے، ترجمہ کرتے ہوئے گرائمر اور بلاغت کے اصولوں کا انتہائی باریک بینی سے خیال رکھا ہے، آیات میں تعریف کے لیے آنے والے الف لام اور تنوین تک کے مفہوم کو ترجمے میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے، اور ضمائر وغیرہ کے ترجمے کا بھی نہایت عمدہ اہتمام کیا ہے اور وہ اپنے اس اہتمام پر شروع سے آخر تک حتی الوسع کاربند بھی رہے ہیں۔ ان کے ترجمے کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کا کوئی حرف بھی ترجمہ میں چھوٹنے نہ پائے اور ترجمہ حتی الامکان قرآن مجید کے الفاظ کے قریب ترین ہو۔ ان کی یہ کاوش قرآن مجید کے اردو تراجم کے ذخیرہ میں ایک مفید اور قابلِ قدر اضافہ ہے۔

ان سطور کو ضبطِ تحریر میں لانے کا مقصد حافظ عبدالسلام بُھٹویؒ اور مولانا محمد جوناگڑھیؒ[5] کے ترجمے کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے۔ تاکہ بھٹوی صاحب کے ترجمے کی خصوصیات واضح ہونے کے ساتھ ساتھ یہ معلوم ہو سکے کہ ترجمہ کرتے ہوئے قرآن مجید کے جو الفاظ نظر انداز ہو جاتے ہیں کیا ان کے بغیر کلامِ الٰہی کا مفہوم واضح ہو پاتا ہے؟ یا واقعی اس بات کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ اور حرف کا مفہوم ترجمے میں بیان کیا جائے؟ اس تقابلی جائزے کے لیے مولانا محمد جوناگڑھی □ کے ترجمے کو اختیار کرنے کی وجہ برصغیر پاک وہند میں اس ترجمے کی علمی حلقوں میں مقبولیت ہے۔ انہوں نے تفسیر ابن کثیر کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو کہ تمام مسالک کے علماء کے ہاں یکساں مقبولیت رکھتا ہے۔ اس تفسیر میں موجود قرآن مجید کا ترجمہ انھی کا کیا ہوا ہے۔ جو کہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے، جن میں سے زبان کی سادگی، سلاست، روانی اور عمدگی قابل ذکر ہیں۔ تقریباً ایک صدی قبل انہوں نے جو سلیس اور ادبی زبان استعمال کی ہے اس کا حسن آج بھی برقرار ہے۔ ترجمہ کرتے ہوئے لفظی اور گرائمر کی باریکیاں ان کے مد نظر نہیں تھیں اس لیے کچھ مقامات پر بعض قرآنی الفاظ واسالیب کا مفہوم ان کے ترجمے میں نہیں پایا جاتا۔ ان کا مقصد کلامِ الٰہی کے مفہوم کو سادہ اور عام فہم انداز میں

خلقِ خدا کے سامنے رکھنا تھا تاکہ مخلوق اپنے خالق کے کلام سے آشنا ہو سکے اور وہ اس مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے اہلِ علم کے ساتھ ساتھ معاشرے کے تمام طبقات کو ملحوظ رکھا ہے اور زیادہ لفظی بحث میں پڑنے کی بجائے ترجمے کو عام اردو دان طبقے کے لیے قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی ہے اور سادہ اور سلیس زبان استعمال کی ہے۔ مولانا محمد جوناگڑھی صاحب ادبی ذوق کے حامل تھے۔ ترجمے کے دوران انہوں نے الفاظ اور تراکیب کا انتخاب جس خوبصورت انداز میں کیا ہے وہ ان کے ادبی ذوق کا واضح ثبوت ہے۔ اس تقابلی جائزے کا مقصد ان کے ترجمے کے مقام و مرتبے کو کم کرنا نہیں ہے بلکہ صرف دونوں ترجموں میں فرق کو نمایاں کرنا ہے۔

بھٹوی صاحب کے ترجمے کے محاسن اور خصائص کا بالاختصار جائزہ لینے کے لیے ہمارے مضمون "حافظ عبدالسلام بُھٹویؒ کا ترجمہ قرآن مجید ؛ایک تجزیاتی مطالعہ "[6] کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔اس مضمون میں ہم نے صرف بھٹوی صاحب کے ترجمے کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ذیل میں ہم چند عنوانات کے تحت مولانا محمد جوناگڑھیؒ اور حافظ عبدالسلام بُھٹویؒ کے ترجمہ قرآن مجید کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں:

تاکید کے الفاظ اور اسالیب کا ترجمہ

عربی زبان میں کلام میں تاکید اور زور پیدا کرنے کے لیے کئی الفاظ اور اسالیب استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے لامِ تاکید، لامِ مزحلقہ، قد، لقد، نونِ تاکید اور إنّ وغیرہ۔ بعض اوقات ایک ہی جملے میں تاکید کے ایک سے زیادہ حروف یا اسلوب موجود ہوتے ہیں۔ لیکن اردو میں اس قدر تاکید کے الفاظ استعمال نہیں ہوتے اس لیے اردو ترجمے میں تاکید کے تمام الفاظ کا مفہوم ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو اردو محاورے اور اسلوب کی مجبوری کی وجہ سے زیادہ حروفِ تاکید میں سے کسی ایک کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے اور باقی حروف کا ترجمہ نہیں ہو پاتا۔ حتی کہ بعض اوقات تو کسی جملے میں موجود ایک حرفِ تاکید کا مفہوم بھی ترجمے میں نہیں پایا جاتا۔ بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ اردو محاورے اور اسلوب کے قریب رہتے ہوئے تاکید کے تمام حروف اور اسالیب کا مفہوم ادا کیا جائے۔ لیکنچونکہ جوناگڑھی صاحب کے مدِ نظر یہ لفظی باریکیاں نہیں تھیں اس لیے ان کے ترجمے میں یہ اہتمام نہیں ہے۔دونوں ترجموں سے چند حروف کی ایک ایک مثال ملاحظہ کریں:

إنّ: إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[البقرة:148] جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں اکثر مقامات پر تاکید کے لیے آنے والے **إِنَّ** کا کوئی مفہوم نہیں ہے جبکہ بھٹوی صاحب نے تقریباً ہر مقام پر اس کی تاکید کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اس آیت کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے تاکید کا مفہوم واضح کیے بغیر ان الفاظ میں کیا ہے: "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے" [7] جبکہ بھٹوی صاحب کا ترجمہ: "بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے" [8] تاکید کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے۔

قد: قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ [البقرة:60] جوناگڑھی صاحب نے بے شمار مقامات پر تاکید کے لیے آنے والے **قَدْ** کا بھی کوئی مفہوم بیان نہیں کیا، بطورِ مثال اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں: "اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا"[9] جبکہ بھٹوی صاحب نے تقریباً ہر جگہ "بلاشبہ" یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ استعمال کر کے اس کا مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس آیت کے ترجمے میں وہ لکھتے ہیں: "بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پینے کی جگہ معلوم کر لی"[10]

لامِ تاکید: وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ[البقرة:103] اس آیت کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے: "اگر یہ لوگ ایمان دار متقی بن جاتے تو اللہ کی طرف سے بہترین ثواب انھیں ملتا"[11] اس ترجمے میں **لَمَثُوبَةٌ** پر آنے والے لامِ تاکید کا کوئی مفہوم نہیں ہے، جبکہ بھٹوی صاحب کے ترجمے "اور اگر وہ ایمان لاتے اور بچتے تو یقیناً اللہ کے پاس سے تھوڑا ثواب بھی بہت بہتر تھا"[12] میں اس کے مفہوم کو "یقیناً" کہہ کر ادا کیا گیا ہے۔

لامِ مزحلقہ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا[آل عمران:68] جوناگڑھی صاحب نے اس کے ترجمے میں لَلَّذِينَ پر آنے والے لام مزحلقہ کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا اور ترجمہ ان الفاظ میں کیا: "سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کا کہنا مانا اور یہ نبی اور جو لوگ ایمان لائے"[13] جبکہ بھٹوی صاحب نے اس کا مفہوم "یقیناً" کہہ کر ادا کیا ہے: "بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے"[14]

لقد: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ[البقرة:65] **لَقَدْ** کا مفہوم بیان کرتے ہوئے جوناگڑھی صاحب نے اکثر مقامات پر صرف ایک تاکید ذکر کی ہے جبکہ یہ لفظ لام اور قد دو تاکیدوں پر مشتمل ہے، اس لیے بھٹوی صاحب نے اس کا مفہوم بیان کرنے کے لیے "بلاشبہ یقیناً" کہہ کر دو تاکیدیں استعمال کی ہیں۔ اس آیت کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے: "یقیناً تمھیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے"[15] اور بھٹوی صاحب فرماتے ہیں: "اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے"[16]

نونِ تاکید: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا [البقرة:144] اس آیت میں تاکید کے لیے لام اور نونِ تاکید ثقیلہ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن جوناگڑھی صاحب کے ترجمے: "اب ہم تجھے اس قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس سے تو خوش ہو جائے"[17] میں **فَلَنُوَلِّيَنَّكَ** پر آنے والے لام تاکید کا کوئی مفہوم ہے نہ نون تاکید کا، جبکہ بھٹوی صاحب نے اس آیت کے ترجمے "تو یقیناً ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے"[18] میں "یقیناً۔۔۔ضرور

پھیر دیں گے" کہہ کر دونوں کا مفہوم ادا کیا ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا آیات میں جوناگڑھی صاحب کا ترجمہ سلیس اور خوبصورت ہے لیکن جہاں قرآن مجید نے تاکید کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اگر ان آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے تاکیدی معانی کو بیان کیا جائے تو اس سے قرآن مجید کا زورِ بیان قاری کے سامنے زیادہ بہتر انداز میں واضح ہوتا ہے۔ بھٹوی صاحب نے قرآن مجید کے اس زورِ بیاں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

تمام الفاظ اور حروف کا ترجمہ

بھٹوی صاحب نے قرآن مجید کے تمام الفاظ کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے انہوں نے حتی الامکان کوئی لفظ بلکہ کسی خاص معنی کے لیے استعمال ہونے والا کوئی حرف بھی بغیر ترجمہ کے نہیں رہنے دیا۔ اور حروفِ جر تک کے مختلف معانی کو بھی ترجمے میں واضح کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں:

الف لام کا ترجمہ: عربی زبان میں الف لام عہد ذہنی، عہد حضوری اور استغراق وغیرہ جیسے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ترجمہ کرتے ہوئے عموما اسے نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ بھٹوی صاحب نے موقع کی مناسبت سے اس کا مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ[البقرة:60] کا ترجمہ بھٹوی صاحب نے "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار"[19] کیا ہے۔اس میں انہوں نے **الْحَجَرَ** کے الف لام کو عہد حضوری کے لیے قرار دے کر اس کا معنی "اس پتھر" کیا ہے، جبکہ جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں یہ اہتمام نہیں ہے۔ان کا ترجمہ ملاحظہ کریں: "اور جب حضرت موسیٰ (□) نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لکڑی پتھر پر مارو"[20]

تنوین کا ترجمہ: عربی زبان میں تنوین مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتی ہے جیسے تعظیم، تنکیر اور تحقیر وغیرہ۔ عموما مترجمین اس کے مفہوم کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں بھی تنوین کے مفہوم کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں ہے۔ لیکن بھٹوی صاحب نے موقع کی مناسبت سے اس کا ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ دونوں مشائخ کے ترجمے سے دو مثالیں ملاحظہ کریں:

1. فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ[البقرة:22] کا ترجمہ کرتے ہوئے بھٹوی صاحب نے **أَنْدَادًا** کی تنوین سے عموم کا مفہوم لیا ہے اور ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: " پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو"[21] جبکہ جوناگڑھی صاحب کے ترجمے " خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو"[22] میں اس بات کا اہتمام نہیں ہے۔
2. وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ[البقرة:96] کا ترجمہ کرتے ہوئے بھٹوی صاحب نے **حَيَاةٍ** کا ترجمہ " کسی بھی طرح زندہ رہنے" کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اور بلاشبہ یقینا تو انھیں سب لوگوں سے زیادہ

کسی بھی طرح زندہ رہنے پر حریص پائے گا"[23] اس میں انھوں نے تنوین کے مفہوم کو تنکیر کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جبکہ جوناگڑھی صاحب کے ترجمے "بلکہ سب سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص اے نبی، تو انھیں کو پائے گا"[24] میں اس کا اہتمام نہیں ہے۔

ما نافیہ کی خبر پر داخل ہونے والی باء جارہ کا ترجمہ: ما نافیہ کی خبر پر تاکید کے لیے باء جارہ داخل ہوتی ہے لیکن اسے عموماً زائد قرار دے دیا جاتا ہے اور اس کا کوئی ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قولہ تعالی: {وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ} ... والباء توكيد"[25] جوناگڑھی صاحب نے اکثر مقامات پر ترجمے میں اس باء کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا لیکن بھٹوی صاحب نے تاکید کی صورت میں اس کا مفہوم بیان کیا ہے: جیسے وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ[البقرة:74] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے غافل نہ جانو"[26] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو"[27] اور وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ[البقرة:144] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "اور اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں"[28] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو وہ کر رہے ہیں"[29] ان دونوں آیات میں بھٹوی صاحب نے ما نافیہ کی خبر پر داخل ہونے والی باء جارہ کا مفہوم تاکید کے ساتھ واضح کیا ہے۔ جبکہ جوناگڑھی صاحب نے ایسا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا جو اس باء کے مفہوم کو واضح کرے۔

مِن جارہ کا ترجمہ: حروفِ جر مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ہر جگہ ان کے مفہوم کو اچھی طرح واضح کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ جہاں جہاں ان کے مفہوم کو واضح کرنا ممکن ہو وہاں اسے واضح کیا جائے۔ مثلا: كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ[البقرة:25] اس کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "جب کبھی پھلوں کی روزیاں دیئے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے"[30] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "جب کبھی ان میں سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا"[31] اس آیت میں **ثَمَرَة** پر **مِنْ** جارہ داخل ہوا ہے۔ **مِنْ** کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی تبعیض ہے۔ یعنی یہ بعض کے معنی میں ہوتا ہے۔ **مِنْ** کے معانی بیان کرتے ہوئے ابن ہشام انصاری فرماتے ہیں: مِنْ سبعةُ مَعَانٍ: أحدها: التبعيض نحو (حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تحُبُّونَ) ولهذا قرىء: (بَعْضَ مَا تُحِبُّونَ)[32]

تو اس آیت کا مفہوم یہ بنے گا کہ جنت کے پھلوں سے کوئی بھی پھل جب انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا تو وہ ایسا کہیں گے۔ لیکن جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں نہ **مِنْ** جارہ کا مفہوم ہے اور نہ ہی **ثَمَرَة** کی تنکیر کا۔ لیکن بھٹوی صاحب کا ترجمہ "کوئی پھل" نکرہ اور تبعیض کے مفہوم کو بہتر انداز میں واضح کر رہا ہے۔

حرفِ استقبال سین اور سَوفَ کا ترجمہ: سین اور سوف حروفِ استقبال ہیں، فعل مضارع کو مستقبل کے معنی میں کر دیتے ہیں۔ اردو میں ان کا مفہوم "عنقریب" یا "جلد ہی" کہہ کر ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ترجمے میں ان کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا جاتا۔ جیسے سَتَجِدُونَ آخَرِينَ[النساء:91] کا ترجمہ کرتے ہوئے جوناگڑھی صاحب فرماتے ہیں: "تم کچھ اور لوگوں کو ایسا بھی پاؤ گے "[33] یہاں جوناگڑھی صاحب نے **سَتَجِدُونَ** میں موجود حرفِ استقبال سین کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا۔ لیکن بھٹوی صاحب نے اس کا مفہوم بیان کرنے کے لیے "عنقریب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان کا ترجمہ ان الفاظ میں ہے "عنقریب تم کچھ اور لوگ پاؤ گے "[34] اور وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا[النساء:146] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا"[35] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا"[36] اور أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ [النساء:152] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے " یہ ہیں جنھیں اللہ ان کے پورے ثواب دے گا "[37] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "یہی لوگ ہیں جنھیں وہ عنقریب ان کے اجر دے گا"[38] دونوں آیات میں جوناگڑھی صاحب نے **سَوْفَ** کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا حالانکہ یہ حرفِ تقریب اور استقبال کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے بھٹوی صاحب نے اس کا مفہوم بیان کرنے کے لیے "عنقریب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

حصر اور تخصیص کا مفہوم

عربی زبان میں کلام میں حصر یا تخصیص پیدا کرنے کے لیے جملے کی ترتیب تبدیل کر دی جاتی ہے۔ بھٹوی صاحب نے عبارت میں تقدیم و تاخیر یا کسی اور وجہ سے پیدا ہونے والے حصر اور تخصیص کو بھی ترجمے میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے سورۃ البقرۃ میں ہے: الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ [البقرۃ:46] اس جملے میں تقدیم و تاخیر ہے **إِلَيْهِ** کی اصل جگہ **رَاجِعُونَ** کے بعد ہے جبکہ وہ آیت میں **رَاجِعُونَ** پر مقدم ہے۔ تو اس تقدیم و تاخیر سے حصر پیدا ہوتا ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ "تقديم ما حقه التأخير يفيد الحصر"[39] جس لفظ کی اصل جگہ بعد میں ہے اسے مقدم کرنے سے حصر پیدا ہوتا ہے۔ جوناگڑھی صاحب نے اپنے ترجمے **"**جو جانتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"[40] میں اس حصر کو بیان نہیں کیا جبکہ بھٹوی صاحب نے اس آیت کے ترجمے "جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں"[41] میں "اسی کی طرف" کہہ کر حصر کے مفہوم کو بیان کیا ہے۔ بھٹوی صاحب نے اپنے ترجمے میں تقریباً ہر جگہ اس طرح کے حصر کو واضح کیا ہے۔ ترجمے میں اس قدر باریک بینی اس ترجمے کی بہت بڑی خوبی ہے۔

الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے ان کے صیغے کو ملحوظ رکھنا

بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک اردو کا اسلوب اجازت دے، ہر لفظ کا ترجمہ اس کے صیغے کے مطابق ہو، اس لیے:

بھٹوی صاحب نے فعل کا ترجمہ فعل میں کیا ہے اور اسم کا اسم میں۔ جبکہ عربی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات فعل کی جگہ اسم یا اسم کی جگہ فعل استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جیسے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ [البقرۃ:140] **کا ترجمہ کرتے ہوئے جوناگڑھی صاحب نے كَتَمَ** فعل کا ترجمہ نے اسم فاعل میں کر دیا ہے: "اللہ کے پاس کی شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟"[42] جبکہ بھٹوی صاحب کے ترجمے "اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے وہ شہادت چھپالی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے تھی"[43] میں فعل کا ترجمہ فعل میں ہی کیا گیا ہے۔

جوناگڑھی صاحب نے بعض اوقات اسم فاعل کا ترجمہ فعل مضارع کی صورت میں کیا ہے لیکن بھٹوی صاحب نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ایسا نہ ہو اور ہر لفظ کا ترجمہ اس کی نحوی اور صرفی حیثیت کو مد نظر رکھ کر ہی ترجمہ کیا جائے۔ جیسے وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا [البقرۃ:148] اس آیت میں جوناگڑھی صاحب نے اختصار کرتے ہوئے دو جملوں کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ اور اسم فاعل کا ترجمہ فعل مضارع میں کر دیا ہے۔ اور ترجمہ ان الفاظ میں کیا: "ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے"[44] جبکہ بھٹوی صاحب نے آیت کے انداز کے مطابق دونوں جملوں کو بھی برقرار رکھا ہے اور اسم فاعل کا ترجمہ بھی اسم فاعل میں ہی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے، جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے"[45]

بُھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے ترجمہ کرتے ہوئے فعل ماضی کا ترجمہ حال میں اور مضارع کا ماضی میں نہ ہو بلکہ ہر لفظ کا ترجمہ اس کی نحوی اور صرفی حیثیت کو مد نظر رکھ کر کیا جائے۔ جیسے قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا [آل عمران:81] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے اس طرح کیا ہے: "فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو؟ اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں ہمیں اقرار ہے"[46] اس آیت میں **أَقْرَرْتُمْ، وَأَخَذْتُمْ، أَقْرَرْنَا** تینوں فعل ماضی کے صیغے ہیں لیکن جوناگڑھی صاحب نے ان میں سے پہلے کا ترجمہ اسم فاعل کی صورت میں، دوسرے کا فعل حال میں اور تیسرے کا مبتدا خبر کی صورت میں کر دیا ہے۔ جبکہ بھٹوی صاحب نے ان تینوں کا ترجمہ فعل ماضی کی صورت میں ہی کیا ہے۔ ان کا ترجمہ اس طرح ہے: "فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا"[47]

ایک ممکنہ اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ان دونوں ترجموں میں صرف الفاظ کا فرق ہے مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ اگر مفہوم سمجھ آ رہا ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ فعل کا ترجمہ اسم موصول کی صورت میں، فعل ماضی کا ترجمہ فعل مضارع اور فعل مضارع کا ترجمہ ماضی کی صورت میں اور اسم کا ترجمہ فعل میں اور فعل کا اسم میں کر لیا جائے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان بات کرتے ہوئے الفاظ کا انتخاب نپے تُلے انداز میں اور سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ خاص طور پر قانون کے شعبے سے وابستہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ قانونی دستاویزات میں ہر لفظ خوب چھان پھٹک کر لکھا جاتا ہے، نہ تو ضرورت سے زائد کوئی لفظ لکھا جاتا ہے اور نہ ہی ضرورت کا کوئی لفظ چھوڑا جاتا ہے۔ اور بالکل وہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کی ضرورت ہو، بلاوجہ کوئی متبادل یا مترادف استعمال کرنے سے احتراز کیا جاتا۔

جب انسان اپنے کلام اور قانونی تحریروں میں اس قدر محتاط ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خالقِ کائنات کے کلام میں، جس کا ایک ایک حرف قانون کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں جہاں اسم کی ضرورت ہو وہاں فعل، جہاں فعل کی ضرورت ہو وہاں اسم، ماضی کی جگہ مضارع اور مضارع کی جگہ ماضی استعمال کیا گیا ہو۔ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ اگرچہ ہمیں ترجمے میں کوئی بھی فرق نظر نہ آئے پھر بھی قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے ہمیں حتی الامکان وہی الفاظ استعمال کرنے چاہییں جو قرآن مجید نے کیے ہیں۔ اور تمام الفاظ کی نحوی اور صرفی حیثیت کو مدنظر رکھ کر ہی ترجمہ کرنا چاہیے۔

ضمیر الفصل کا مفہوم

ضمیر الفصل ایک زائد ضمیر ہوتی ہے جسے جملے میں حصر پیدا کرنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ عام طور پر مترجمین اس کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور ترجمے میں اس کا کوئی مفہوم بیان نہیں کرتے۔ اس ضمیر کی وضاحت کرتے ہوئے عباس حسن فرماتے ہیں: "فالضمير -هو- وأشباهه يسمى: "ضمير الفصل" ... يفيد فى الكلام معنى الحصر والتخصيص."(48) اور ضمیر الفصل کے فوائد ذکر کرتے ہوئے شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں: "وله ثلاث فوائد : الأولى :بيان أن مابعده خبر لاتابع، الثانية: التوكيد، الثالثة: الاختصاص أي الحصر."(49) ضمیر الفصل کا دونوں مشائخ نے جو ترجمہ کیا ہے، اس کی دو مثالیں ملاحظہ کریں:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ[البقرة:121] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "اور جو اس کے ساتھ کفر کرے وہ نقصان والا ہے"(50) کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "اور جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں"(51) اور إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[البقرة:128] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے"(52) کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "بے شک تو ہی نہایت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے"(53) ان میں سے پہلی آیت میں **هُم** اور دوسری آیت میں **أَنْتَ** ضمیر الفصل کے طور

پر استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن جوناگڑھی صاحب نے ان کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا۔ جبکہ بھٹوی صاحب نے "وہی" اور "تو ہی" کہہ کر ان سے پیدا ہونے والے حصر کو بیان کیا ہے۔

فعل امر اور نہی کا ترجمہ

امر اور نہی کے لیے اردو میں صرف فعل ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ فعل کے ساتھ "لازم ہے" یا "چاہیے کہ" جیسے الفاظ استعمال نہیں ہوتا۔ جوناگڑھی صاحب نے امر حاضر، نہی اور لامِ امر کے ساتھ آنے والے صیغوں کے ساتھ عموما "چاہیے کہ" استعمال کیا ہے۔ اور بھٹوی صاحب نے کئی جگہ "لازم ہے" استعمال کیا ہے۔ جبکہ اردو میں ان دونوں لفظوں کی ضرورت نہیں بلکہ صرف فعل ہی کافی ہے۔ دونوں مشائخ کے ترجمے سے چند مثالیں ملاحظہ کریں جہاں دونوں مشائخ نے یا دونوں میں سے کسی ایک نے امر یا نہی کے ترجمے میں "لازم ہے" یا "چاہیے کہ" استعمال کیا ہے:

1. لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ[آل عمران:28] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے "ایمانداروں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں"[54] اور بھٹوی صاحب نے "ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں"[55]
2. وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ[آل عمران:160] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے "ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے"[56] اور بھٹوی صاحب نے "اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں"[57]
3. فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ[النساء:74] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے "پس جو لوگ دنیا کی زندگانی کو آخرت پر قربان کرنے والے ہیں انھیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے"[58] اور بھٹوی صاحب نے "پس لازم ہے کہ اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں"[59]

مذکورہ بالا آیات میں سے دوسری اور تیسری آیت میں جوناگڑھی صاحب کا ترجمہ بھٹوی صاحب کے ترجمے سے زیادہ بہتر، رواں اور سلیس اردو اسلوب کے مطابق ہے۔ لیکن دونوں مشائخ نے "لازم ہے" یا "چاہیے کہ" جیسے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اگر ان کے بغیر ان آیات کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا جائے تو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے:

1. "ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں"
2. "اور پس مومن اللہ ہی پر بھروسا کریں"
3. "پس وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں"

کان کا "لم یزل" کے معنی میں استعمال

اکثر اردو مترجمین نے واللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ [البقرۃ:218] اور وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا [الفرقان:70] میں سے ہر دو کا ترجمہ ایک ہی کیا ہے "اور اللہ غفور رحیم ہے"۔ اسی طرح وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ [الانفال:71] اور وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا [النساء:92] اور اللہ تعالیٰ کے دیگر اسماء و صفات اور اسماء جو کَانَ کے ساتھ اور کَانَ کے بغیر آئے ہیں ان کا ترجمہ ایکجیسا ہی کیا ہے۔ اس طرح کَانَ بالکل بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔ کَانَ فعل ناقص ہے جو مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک معنی ماضی میں خبر کا اثبات ہے۔ لیکن اگر وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا کا ترجمہ "اور اللہ غفور رحیم تھا" کریں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ کیا اب وہ ایسا نہیں ہے؟، حالانکہ یہ بات غلط ہے اور اگر اس کا ترجمہ "اور اللہ غفور رحیم ہے" کریں تو کَانَ کا کچھ مطلب نہیں رہتا۔

یہ سوال ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس سے کیا گیا "**{وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا} {عَزِيزًا حَكِيمًا} {سَمِيعًا بَصِيرًا}** فَكَأَنَّهُ كَانَ ثُمَّ مَضَى" یعنی کیا ان اسماء کے ساتھ **کَانَ** کے استعمال کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اسماء کے ساتھ مسمّٰی اور ان صفات سے متصف تھے لیکن اب نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا "سَمَّى نَفْسَهُ ذَلِكَ وَذَلِكَ قَوْلُهُ أَيْ لَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ(60)" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ نام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے ہی ہے یعنی اب بھی ان صفات سے متصف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ اسماء و صفات ماضی میں بھی ایسے ہی تھے، ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ گویا **کَانَ** یہاں دوام اور ہیشگی کے لیے ہے۔

کچھ عربی مفسرین نے **کَانَ** کے اس مفہوم کو اجاگر کیا ہے۔ مثلاً "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا" **[الاسراء:32]** کی تفسیر میں ابو حیانؒ نے فرمایا: "وكان يستعمل كثيراً بمعنى لم يزل، فالمعنى: إنّ ذلك لم يزل فاحشة، بل هو متصف بالفحش في الماضي والحال والمستقبل"(61) (**کَانَ** کا استعمال لم یزل کے معنی میں بہت زیادہ ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ یہ بات ہمیشہ سے بے حیائی ہے بلکہ یہ کام ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانوں میں اسی وصف سے متصف ہے اور رہے گا) اردو مترجمین میں سے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی ایک مقام پر اس معنی کو ملحوظ رکھا ہے۔ انھوں نے إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا **[طٰہ:35]** کا ترجمہ "تو ہمیشہ ہمارے حال پر نگران رہا ہے" کیا ہے(62)۔ یعنی انہوں نے بھی کَانَ سے ہیشگی کا اور استمرار کا معنی مراد لیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فرمان اور ابن حیانؒ کی تفسیر کی روشنی میں اوپر ذکر کردہ آیات میں کَانَ کا معنی دوام کریں تو ترجمہ اس طرح ہوگا "اور اللہ ہمیشہ سے غفور رحیم ہے، عزیز حکیم ہے"

دیگر اکثر مترجمین کی طرح جوناگڑھی صاحب نے بھی **كَانَ** کے اس معنی کو ملحوظ نہیں رکھا۔ لیکن بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کسی اسم یا صفت کے ساتھ آنے والے **كَانَ** کا معنی **"لم یزل"** کرتے ہوئے اس کے ترجمہ میں دوام کا معنی واضح کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں:

1. إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[النساء:1] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے"[63] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے"[64]
2. إِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا[النساء:16] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے"[65] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے"[66]
3. وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا [النساء:104،92،17] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے مختلف مقامات پر ان الفاظ میں کیا ہے: "اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے"[67]، "اور اللہ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے"[68]، "اللہ تعالیٰ دانا اور حکیم ہے"[69] اور بھٹوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں: "اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے"[70]

کلمات میں حروف کی کمی بیشی کو ملحوظ رکھنا

بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے اور کلمہ میں حروف کی کمی بیشی کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ " زيادة المبنى تدل على زيادة المعنى[71]" (کلمہ کے الفاظ میں اضافہ معنی میں اضافے پر دلالت کرتا ہے)۔ مثلا مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا[البقرة:17] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے "ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی"[72] کیا ہے اور بھٹوی صاحب نے "ان کی مثال اس شخص کی مثال کی سی ہے جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی"[73] اس آیت میں جوناگڑھی صاحب کا ترجمہ بھٹوی صاحب کے ترجمے کی نسبت زیادہ واضح، بے تکلف اور سلیس ہے۔ لیکن **اسْتَوْقَدَ** کا معنی اگر صرف "آگ جلانا" کیا جائے جیسا کہ جوناگڑھی صاحب نے کیا ہے تو **اَوْقَدَ** اور **اسْتَوْقَدَ** میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھٹوی صاحب نے **اسْتَوْقَدَ** کا معنی "آگ خوب بھڑکائی" کیا ہے۔

مبالغے کے صیغوں کا ترجمہ

عربی زبان میں فَعِیل، فَعَّال، فعول، فَعِل اور مِفعال جیسے اوزان کسی اسم میں مبالغے کا مفہوم پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان اوزان پر آنے والے اسماء میں دیگر اسماء کی نسبت مبالغے کا مفہوم پایا جاتا ہے[74]۔ لیکن ان اسماء کا

اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات یہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور قادر اور قدیر، عالم اور علیم، غافر اور غفور، تائب اور تواب، شاکر اور شکور وغیرہ کا ترجمہ ایک جیسا ہی کر دیا جاتا ہے۔

بھٹوی صاحب نے ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور مبالغے کے صیغے کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مبالغے کا مفہوم واضح ہو اور ترجمے کو سادہ اسم فاعل وغیرہ سے مختلف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے اس اہتمام کی وجہ سے ان کا ترجمہ قرآن مجید کے الفاظ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ لیکن جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں یہ اہتمام نہیں ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں:

1. إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[البقرة:109،20، آل عمران:165] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ کے ساتھ یوں کیا ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"[75]، "یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"[76]، "بے شک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے"[77] اور بھٹوی صاحب نے ان تمام آیات میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: "بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے"[78]

2. وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ[**البقرة:218، آل عمران :129، 31**] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ کے ساتھ یوں کیا ہے: "اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بہت مہربانی کرنے والا ہے"[79]، "اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"[80]، "اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے"[81] اور بھٹوی صاحب نے ان تمام آیات میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: "اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"[82]

3. وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ[**البقرة:29**] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے یوں کیا ہے: "اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے"[83] اور بھٹوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں: "اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"[84]

4. إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ[**آل عمران:119**] کا ترجمہ جوناگڑھی صاحب نے یوں کیا ہے "اللہ دلوں کے بھیدوں کو بخوبی جانتا ہے"[85] اور بھٹوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں: "بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے"[86]

جوناگڑھی صاحب نے ان آیات کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں معنوی حسن اور روانی کا انکار ممکن نہیں لیکن انہوں نے مختلف آیات میں آنے والے اسم فاعل کے مبالغے کے صیغوں کا ترجمہ درج ذیل صورتوں میں کیا ہے:

1. مبالغے کے مفہوم کے ساتھ اسم فاعل والا ترجمہ۔ جیسے "بہت بخشنے والا"، "بہت مہربانی کرنے والا"
2. مبالغے کے مفہوم کے بغیر اسم فاعل والا ترجمہ۔ جیسے "بخشش کرنے والا"، "مہربان"
3. مبالغے کے مفہوم کے ساتھ فعل مضارع والا ترجمہ۔ جیسے "بخوبی جانتا ہے"
4. مبالغے کے مفہوم کے بغیر فعل مضارع والا ترجمہ۔ جیسے "جانتا ہے"، "قدرت رکھتا ہے"

ان میں سے صرف پہلی صورت اسم فاعل کے مبالغے کے صیغے کے مفہوم کو درست انداز میں پیش کرتی ہے لیکن جوناگڑھی صاحب نے مبالغے کے صیغے کا ترجمہ کرتے ہوئے بہت کم آیات میں یہ انداز اختیار کیا ہے۔ کیونکہ مبالغے کے مفہوم کے بغیر اسم فاعل والا ترجمہ کرنے سے صرف اسم فاعل کے صیغے اور مبالغے کے صیغے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا اور اس صیغے کو بنانے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اس لیے باقی تینوں صورتوں میں ترجمہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بھٹوی صاحب نے مبالغے کے صیغوں کا ترجمہ کرتے ہوئے ہر آیت میں مبالغے کے مفہوم کو بھی مد نظر رکھا ہے اور ترجمہ صرف اسم فاعل کے ترجمے سے مختلف کیا ہے۔ اور "پوری طرح قادر"، "خوب جاننے والا"، "بے حد بخشنے والا"، "نہایت رحم والا" جیسے الفاظ استعمال کرکے مبالغے کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور انھوں نے اسماء کا ترجمہ اسماء میں ہی کیا ہے افعال میں نہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل التفات ہے کہ جوناگڑھی صاحب نے ایک ہی لفظ کا مفہوم مختلف آیات میں مختلف انداز میں پیش کیا ہے جبکہ بھٹوی صاحب نے ایک جگہ پر جو مفہوم پیش کیا ہے اسے دوسری جگہ پر بلاوجہ تبدیل نہیں کیا۔

مفعول مطلق کا مفہوم

عربی زبان میں مفعول مطلق مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے بیانِ نوع، بیانِ عدد اور تاکید۔ اگر مفعول مطلق کے ساتھ اس کی کوئی صفت موجود ہو تو اردو میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے لیکن اگر صفت نہ ہو اور مفعول مطلق اکیلا ہو تو یہ اکثر نظرانداز ہو جاتا ہے۔ اور اردو جملے میں اس کا مفہوم واضح نہیں ہو پاتا۔ جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں بھی اس کے مفہوم کو واضح کرنے کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے۔ اگر مفعول مطلق بیانِ نوع اور بیانِ عدد کے لیے ہو تو اردو میں اس کا مفہوم آسانی سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں مفعول مطلق کا زیادہ استعمال بیانِ نوع یا عدد کی بجائے تاکید کے لیے ہے۔ بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے مفعول مطلق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ اردو میں مفعول مطلق اس طرح استعمال نہیں ہوتا اس لیے بھٹوی صاحب کا ترجمہ کچھ نامانوس سا محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ کہیں کہیں تو اس کا ترجمہ کرتے ہوئے بھٹوی صاحب اردو اسلوب سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ مثلا:

1. وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا **[النساء:27]** کا ترجمہ کرتے ہوئے جوناگڑھی صاحب فرماتے ہیں: "اور جو لوگ خواہشات کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ"[(87)] اور بھٹوی صاحب نے ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: "اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا"[(88)]

2. فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا **[النساء:119]** کا ترجمہ کرتے ہوئے جوناگڑھی صاحب فرماتے ہیں: "وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا"(89) اور بھٹوی صاحب نے ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: "تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ"(90)

3. وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا **[الأحزاب:23]** کا ترجمہ کرتے جوناگڑھی صاحب فرماتے ہیں: "اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی"(91) اور بھٹوی صاحب نے ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: "اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا"(92)

ان آیات میں بھی بھٹوی صاحب نے مفعول مطلق کا جس انداز میں ترجمہ کیا ہے یہ انداز اردو میں مستعمل نہیں ہے، بھٹوی صاحب کے ترجمے کی نسبت یہاں جوناگڑھی صاحب کا ترجمہ سلیس اور اردو اسلوب کے زیادہ قریب ہونے کی بناء پر زیادہ مناسب لگ رہا ہے۔ اگر ایسے مقامات پر "ہی"، "بھی" یا ان جیسا کوئی لفظ لا کر تاکید کے مفہوم کو بیان کر دیا جائے تو اردو اسلوب کے قریب رہتے ہوئے مفعول مطلق کا ترجمہ کرنا ممکن ہے۔ مثلاً سورۃ الاحزاب کی مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ اگر "اور انھوں نے کچھ بھی نہیں بدلا" یا "انھوں نے بالکل بھی تبدیلی نہیں کی" کر لیا جائے تو یہ بھٹوی صاحب کے ترجمے کی طرح عجیب اور نامانوس نہیں لگے گا۔ بھٹوی صاحب نے مفعول مطلق کا ترجمہ کرنے کی کوشش تو کی ہے لیکن اس میں مزید بہتری کی گنجائش موجود ہے۔

مندرجہ بالا بحث کو سمیٹتے ہوئے اس کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے:

1. جوناگڑھی صاحب کا ترجمہ بہت سی خوبیاں رکھتا ہے۔ انہوں نے لفظی اور گرائمر کی باریکیوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرنے کی بجائے کلامِ الٰہی کے مفہوم کو سادہ، عام فہم، سلیس اور رواں زبان میں قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ قرآن مجید کے الفاظ کے حتی الامکان قریب ہو اور ترجمہ کرتے ہوئے وہی اسلوب اور الفاظ اختیار کیے جائیں جو قرآن مجید نے کیے ہیں۔
2. قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات کچھ قرآنی الفاظ اور اسالیب کا مفہوم اردو ترجمے میں بیان ہونے سے رہ جاتا ہے۔ بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ بلکہ ہر حرف کا ترجمہ کیا جائے۔ اس لیے انھوں نے الف لام، تنوین اور حروف جر وغیرہ کے معنی کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن دیگر کئی تراجم کی طرح جوناگڑھی صاحب کے ترجمے میں یہ اہتمام نہیں ہے۔
3. بھٹوی صاحب نے قرآن مجید کے ہر لفظ کو اردو ترجمے میں بیان کرنے کی جو کوشش کی ہے اور جس باریک بینی سے یہ کام سرانجام دیا ہے اس کی بناء پر ان کا ترجمہ قرآن مجید کے اردو تراجم کے ذخیرے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اور ان کا یہ کام قرآن مجید کی ایک مثالی خدمت ہے۔

4. جوناگڑھی صاحب نے ایک ہی لفظ کا مفہوم مختلف آیات میں مختلف انداز میں پیش کیا ہے جسے مبالغے کے صیغوں کے ترجمے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، جبکہ بھٹوی صاحب نے ایک جگہ پر جو مفہوم پیش کیا ہے اسے دوسری جگہ پر بلاوجہ تبدیل نہیں کیا۔

کسی کا کام بھی حرفِ آخر نہیں ہوتا اور احتیاط اور محنت کے باوجود انسان ہونے کے ناطے کہیں نہ کہیں غلطی یا کمی کوتاہی کا امکان موجود رہتا ہے۔ بہت سی خوبیوں کے باوجود بھٹوی صاحب کے ترجمے میں بھی کچھ مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔ جن میں سے کچھ مقامات کا تذکرہ مذکورہ بالا سطور میں کیا گیا ہے۔ مستقبل میں کوئی مترجم بھٹوی صاحب کے اسلوب کو اختیار کر کے اس میں بہتری پیدا کر سکتا ہے۔

حوالہ جات

1 حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے کچھ ایسے آثار ملتے ہیں کہ انھوں نے قرآن مجید کے کچھ الفاظ کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد کوفی، ابو بکر، المصنف فی الاحادیث والآثار، مکتبہ الرشد، ریاض، طبع اول: 1409ھ، 473/10، کتاب فضائل القرآن، باب ما فسّر بالفارسیۃ، اور طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب، ابو جعفر، جامع البیان فی تاویل القرآن، تحقیق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، طبع اول: 2000ء: 608/24

2 شطاری، سید حمید، ڈاکٹر، قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ (1914ء تک) (پی ایچ ڈی مقالہ)، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چار کمان حیدر آباد ہند، طبع اول: 1982ء ص: 23

3 فرحت نسیم علوی، ڈاکٹر، منتخب اردو تراجم قرآنی میں مراد الٰہی کی تعیین: تقابلی مطالعہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، 19:1، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، جون 2018ء، ص 1-24

4 حافظ عبد السلام بن حافظ محمد ابو القاسم بن حسین بن اسماعیل بُھٹوی۔ 29 رمضان المبارک 1365ھ بمطابق 27 اگست 1946ء کو ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں موجود اپنے گاؤں بُھٹہ محبت کی نسبت سے بُھٹوی کہلائے۔ میٹرک تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم حفظ القرآن سے شروع کی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے سند فراغت حاصل کی۔ فاضل عربی، فاضل فارسی اور طب جدید نظریہ مفرد اعضاء کے کورسز کیے۔ آپ 1966ء سے تادمِ تحریر گزشتہ 52 سال سے شعبہ تدریس سے منسلک ہیں اور صحیح بخاری اور دیگر کتب کی تدریس میں مصروف ہیں۔ آپ کی تصانیف میں ترجمہ القرآن الکریم (اردو)، تفسیر القرآن الکریم (چار جلدیں)، شرح کتاب الجامع وکتاب الطھارۃ من بلوغ المرام، مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا فتنہ اور مسلمانوں میں ہندوانہ رسوم ورواج اور دیگر کئی قیمتی کتب شامل ہیں۔

5 ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم۔ہندوستان کے ضلع کاٹھیاواڑ کے مشہور شہر جوناگڑھ میں 1890ء بمطابق 1308ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی۔مزید تعلیم کے لیے دہلی کا رخ کیا، وہاں مدرسہ امینیہ، مولانا فتح پوری کے مدرسہ اور صدر بازار دہلی کے مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں پڑھا۔آپ نے تعلیم کی تکمیل کے بعد دہلی کو مستقل مستقر بنایا اور تعلیم وتدریس کا کام کیا۔آپ نے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں۔آپ ایک ادیب، بے باک مبلغ اور مناظر تھے۔آپ نے دینی خدمات سے بھرپور 51 سال عمر گزار کر یکم صفر 1360ھ بمطابق 1941ء بروز جمعۃ المبارک بوقت 11 بجے شب جوناگڑھ میں وفات پائی۔تفصیل کے لیے دیکھیے: ابراہیم خلیل، ہمارے اکابر، مکتبہ عزیزیہ، حجرہ شاہ مقیم، اوکاڑہ، 2017ء

6 ڈاکٹر فرحت نسیم علوی، مقصود احمد، حافظ عبدالسلام بُھٹوی ☐ کا ترجمہ قرآن مجید: ایک تجزیاتی مطالعہ، الاضواء 33:50، شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور، دسمبر 2018، ص 1-12

7 تفسیر ابن کثیر اردو: 262/1

8 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:42

9 تفسیر ابن کثیر اردو: 159/1

10 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:26

11 ابن کثیر، عمادالدین اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی، ابوالفداء حافظ، تفسیر القرآن العظیم، مترجم: جوناگڑھی، مولانا محمد (تفسیر ابن کثیر۔اردو)، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2003ء، 195/1

12 بھٹوی، عبدالسلام بن محمد، حافظ، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، دارالاندلس لاہور پاکستان، 2013ء، ص:34

13 تفسیر ابن کثیر اردو: 497/1

14 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:85

15 تفسیر ابن کثیر اردو: 164/1

16 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:27

17 تفسیر ابن کثیر اردو: 259/1

18 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:41

19 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:25

20 تفسیر ابن کثیر اردو: 159/1

21 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:20

22 تفسیر ابن کثیر اردو: 107/1

23 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:32

24 تفسیر ابن کثیر اردو: 188/1

25 قرطبیؒ، شمس الدین محمد بن احمد ابو بکر بن فرح انصاری، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار عالم الکتب، ریاض سعودی عرب، 1423ھ: 466/1

26 تفسیر ابن کثیر اردو: 172/1

27 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:28

28 تفسیر ابن کثیر اردو: 259/1

29 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:41

30 تفسیر ابن کثیر اردو: 118/1

31 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:20

32 ابن ہشام انصاری، عبداللہ جمال الدین بن یوسف بن احمد، ابو محمد، اوضح المسالک الی الفیہ ابن مالک، دار الجیل، بیروت، طبع پنجم: 1979ء: 21/3

33 تفسیر ابن کثیر اردو: 731/1

34 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:126

35 تفسیر ابن کثیر اردو: 783/1

36 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:136

37 تفسیر ابن کثیر اردو: 8/2

38 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:137

39 الحسینی الکفومی، ابو البقاء ایوب بن موسی، کتاب الکلیات (معجم فی المصطلحات والفروق اللغویۃ)، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1998ء، 200/2

40 تفسیر ابن کثیر اردو: 147/1

41 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:24

42 تفسیر ابن کثیر اردو: 251/1

43 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:40

44 تفسیر ابن کثیر اردو: 262/1

45 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:42

46 تفسیر ابن کثیر اردو: 81/1

47 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 87

48 عباس حسن، النحو الوافی، آوند دانش، 2004: 170/1

49 ابن عثیمین، محمد بن صالح، مختصر مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، مکتبہ الرشد، ریاض، طبع اول: 2006ء، ص: 144

50 تفسیر ابن کثیر اردو: 225/1

51 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 37

52 تفسیر ابن کثیر اردو: 233/1

53 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 38

54 تفسیر ابن کثیر اردو: 470/1

55 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 79

56 تفسیر ابن کثیر اردو: 566/1

57 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 100

58 تفسیر ابن کثیر اردو: 715/1

59 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 122

60 بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، الیمامہ، بیروت، طبع ثالث: 1987ء کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ حم السجدۃ

61 ابوحیان، محمد بن یوسف اندلسی، تفسیر البحر المحیط، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبع اول: 2001ء: 281/2:14

62 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، طبع پنجدہم: 1994ء، 93/3

63 تفسیر ابن کثیر اردو: 205/1

64 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 107

65 تفسیر ابن کثیر اردو: 626/1

66 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 111

67 تفسیر ابن کثیر اردو: 628/1

68 ایضا: 732/1

69 ایضا: 755/1

70 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: 111، 127، 130

71 فوزان، عبداللہ بن صالح، دلیل السالک الی الفیۃ ابن مالک، دار المسلم، سعودی عرب، طبع اول: 1998ء: 92/2

72 تفسیر ابن کثیر اردو:101/1

73 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:19

74 حملاوی، ڈاکٹر احمد، شذا العرف فی فن الصرف، التقوی، مصر، طبع اول:2012ء:50/1

75 تفسیر ابن کثیر اردو:104/1

76 ایضا:213/1

77 ایضا:571/1

78 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:19، 35، 101

79 تفسیر ابن کثیر اردو:345/1

80 ایضا:472/1

81 ایضا:541/1

82 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:56، 79، 94

83 تفسیر ابن کثیر اردو:124/1

84 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:21

85 تفسیر ابن کثیر اردو:535/1

86 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:93

87 تفسیر ابن کثیر اردو:653/1

88 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:114

89 تفسیر ابن کثیر اردو:763/1

90 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:132

91 تفسیر ابن کثیر اردو:260/4

92 بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص:519